شب گزری چاند بھی ڈوب گیا!

تحریر!
جناب حافظ عبدالاعلیٰ رحمانی
مدیر ممتاز ڈائجسٹ۔

بجلیاں کڑکتی، بادل گرجتے اور کوندے لپکتے ہوں گے، مگر ۲۳ مارچ کی ظلمت بھری شب کا منظر سامنے آتے ہی جو شور اس وقت میرے سینے میں اٹھتا، جو درد میرے دل میں ہوتا اور جو آہ و فغاں میرے جگر میں برپا ہوتی ہے اس کے سامنے یہ گرج، کڑک اور لپک کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ کہ اس رات چراغوں کی آبرو لٹی، مینارِ پاکستان کے عین پہلو میں — اللہ والوں کا قافلہ لٹ گیا۔ چاند بے نور اور چاندنی بے ثمر ہوئی۔ سہاگ اجڑے آنچل پھٹے۔ دامن تار تار اور ماؤں کے جگر لخت لخت ہوئے۔ معصوم سایۂ پدری سے محروم اور سہاگنیں بے تاج ہوگئیں۔ معصوم خون سے وہ ہولی کھیلی گئی۔ قزاقی، شب خون اور سفاکی کا وہ مظاہرہ ہوا کہ تاریخ کو اس کی مثال تلاش کرنے میں دقت پیش آگئی۔

جب کہ رہروان قافلۂ عزیمت و اصحاب استقامت کے حدی خوانوں میں علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ حبیب الرحمٰن یزدانی، عبدالخالق قدوسی اور محمد خاں نجیب شامل ہوئے — وہ خوش قسمت — کہ انہیں شہادت کی سعادت ملی بالخصوص میر کارواں — علامہ ظہیرؒ — جنہیں روضہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا جوار، اور بندرہ ہزار صحابہؓ اور ان گنت اولیاء اللہ کی رفاقت نصیب ہوئی — ع

پہنچی وہیں پہ خاک، جہاں کا خمیر تھا

ہمارے حصے میں افسوس، حسرت، ندامت، رشک اور آنسوؤں کی برکھا آئی — اور ان کے قاتلوں کے حصہ میں کمینگی، بزدلی، رزالت، ضلالت، پھٹکار، درندگی، شقاوت — اور خدا کی ساری مخلوق کی تا قیامت لعنت آئی — من قتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جهنم خالداً فیها وغضب الله علیه ولعنه واعد له عذاباً عظیماً۔

سفاکی کا نشانہ کون بنے؟ وہ لوگ جنہیں فلک نے ہزاروں برس کی خاک چھان کر — نرگس نے صدیوں اپنی بے نوری پہ ماتم کر کے حاصل کیا تھا — کسی کمینے، وحشی، درندے، سفاک، ملعون، مردود، بدبخت روسیاہ، ابلیس دشقی کی ایک ہی شوخی نے ہم سے جدا کر دیا۔ ان ادھ کھلے پھولوں کی پامالی سے صحن چمن اداس ہے وہ دن تو بڑا روشن تھا اور رات روشن تر مگر جب رُت بدلی تو —

کھلی جو آنکھ تو کچھ اور ہی سماں دیکھا
نہ وہ لوگ تھے، نہ وہ جلسے، نہ شہر نہ رعنائی
وہ تاب درد، وہ سودائے انتظار کہاں
ان ہی کے ساتھ گئی طاقت شکیبائی

ظالمو! بدبختو، درندو ــــ اور ان کو تحفظ فراہم کرنے والو! سن لو۔ احسان کے یہ معصوم ابتسام معتصم، ہشام کے آنسو، اس کی صبر و رضا کی پیکر رفیقہ حیات کا صبر، یزدانی کی ننھی عفیفہ عالیہ اور ــــ نعیم پیدا ہونے والا انعام، اس کی صابر وشاکر بیوہ ــــ جس کی زندگی ابتلاؤ سے عبارت ہے کہ پہلے اس کا لخت جگر چھنا۔ پھر اس کا سہاگ لٹا۔

قدوسی کے نوخیز ابوبکر و عمر ــــ اور بیٹی ــــ جس کا عروسی جوڑا۔ پیا کے دیس سدھانے سے ٹھیک ٹھیک ایک ماہ پہلے ــــ اپنے باپ کے بے گناہ خون سے سرخ ہو گیا تھا ــــ اور یہ محمد خاں نجیب جس کی بوڑھی ماں بیٹے کے چہرے پہ دلہوی رنگ دیکھنے کے لئے جی رہی تھی ــــ اب آسمان کی طرف برستی ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر کہتی ہے :۔

داور محشر، گواہ رہنا میں نے اپنے بیٹے کی شادی عروس شہادت سے کر دی ہے

یہ سب ــــ اور ان کے ساتھ جام شہادت نوش کرنیوالوں کے پسماندگان کی آہیں رب کے عرش کو ہلا دیں گی۔ ان مظلوموں کی آہوں، سسکیوں اور آنکھوں سے بہنے والے خون ملے اشک ــــ ظالموں کی زندگی کی ناؤ کو ڈبونے اور بڑے بڑے ظالم و جابر حکمرانوں کے سنگھاسن اقتدار کو ڈولا دینے کی کئی بار صلاحیت رکھتے ہیں۔

بات صرف اتنی ہی نہیں کہ یہ مظلوم ہیں۔ اس سے بھی اہم ــــ کہ یہ اہل توحید بھی ہیں ــــ جن کے مانگنے کا در صرف ایک، کھٹکانے کو دروازہ صرف ایک، سر جھکانے کی چوکھٹ صرف ایک، ہاتھ اٹھیں تو اسی کی طرف، دل دھڑکے تو اسی کے نام پر، پاؤں چلیں تو اسی کے آستانے کی طرف، آنکھیں برسیں تو صرف اسی کی رحمت کی امید پر ــــ اور یہ در ــــ رب ذوالجلال کا در ــــ ان لوگوں پر کبھی بند نہیں ہوتا۔ درندو! جو تم نے کرنا تھا کر لیا ــــ اب اس کی باری ہے جس کی گرفت بڑی سخت ہے۔

اے ساکنان فرشی و منسوبان عرشی ــــ ذرا یہ تو بتاؤ ــــ آخر اس برق وحشت کے گرنے کا جواز کیا ہے

اس حادثے کا ایک المناک پہلو، حکومت کی بے حسی، بے خبری و بے نظری اور احساس زیاں کا مفقود ہونا بھی ہے جو نہ مجرموں کو پکڑ سکی۔ نہ زخمی دلوں پر مرہم رکھ سکی۔ احتجاج ہوا۔ اور خوب ہوا۔ مگر حکومت کے ماتھے پر جوں بھی نہ رینگ سکی۔ بیان بازی البتہ خوب ہوئی۔ اوپر سے نیچے تک آہ و واہ ہوئی۔ مگر عملی قدم اٹھایا گیا نہ اٹھانے دیا گیا۔

ارباب اقتدار — سن لو۔ اب دو کاموں سے ایک کرنا ہوگا۔ یا مجرم پیش کرو۔ یا خود کو قانون مکافات کے لئے پیش کرنے کی تیاری کرو۔ ظلم بہت ہوگیا ہے اور خون شہداء تمہارے ہاتھوں پہ اچھی طرح جم گیا ہے ؎

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔
خون پھر خون ہے گرتا ہے تو جم جاتا ہے۔

قلعہ لچھمن سنگھ کے اس حادثے پر مگرمچھ کے آنسو بہانے کی بجائے کسی مثبت کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہوتا تو یہ روز ہائے سیاہ — جو زلف یار کی طرح دراز ہونے جارہے ہیں دل عاشق کی طرح سمٹ سمٹ جاتے۔ راولپنڈی۔ لاہور، کراچی، پشاور اور دیگر بدنصیب شہروں میں دھماکے ہوتے نہ زندگی گم ہوتی۔ اعلانات بس ایسے ہی ہوتے کہ حکومت مجرموں کی گردنوں تک پہنچ گئی ہے مگر یوں کہیئے کہ پاؤں تک پہنچ چکی ہے بلکہ پاؤں پڑ چکی ہے کیونکہ ہمارے نظر بد دور۔ صدر صاحب کہہ چکے ہیں کہ ہمارے پاس الہ دین کا چراغ ہے نہ گیدڑ سنگھی۔ اور پیش گوئی فرما چکے ہیں کہ چار دھماکے تو نقطۂ آغاز ہیں ابھی تو ۴۵ اپوسے ہوں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جناب صدر کا یہ ارشاد ان کی روائتی مسکراہٹوں، ولیمہ خوریوں اور دعوتوں میں شمولیت کے باعث "لیگا رڈیات" کے قبیل ہی سے ہیں لیکن وہ اگر اپنے اس بیان میں تھوڑے سے سنجیدہ ہیں تو پھر ہمیں اپنی حفاظت کی خاطر جزیہ ادا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ مگر ایک سوال نہایت ادب سے کہ جناب اگر آپ کے پاس الہ دین کا چراغ یا گیدڑ سنگھی نہیں تو آپ کا اقتدار سے چمٹے رہنے کا کیا جواز ہے؟ ہمارا مشورہ ہے کہ آپ کی طبعی عمر اور اقتدار کی عمر بھی اس قابل ہو چکی ہے کہ کچھ بگڑی ہوئی عاقبت کی فکر بھی کرنی چاہیئے قوم کی تقدیر سے کب تک یہ کھیل جاری رہے گا۔

اے اللہ! تو مظلوموں کی آہوں پر لبیک کہنے والا کوئی محمد بن قاسم اور اسلام کی آبرو صلاح الدین ایوبی عنایت فرما۔ اور ہمیں بے مروت اور مردانگی سے محروم جنرلوں سے نجات عطا فرما۔ ہم دھماکوں

باقی ص ۱۸۰ پر